۲

علم کا تفاوت

ورلڈ سوشل سائنس رپورٹ ۲۰۱۰ء کا تجزیہ

ڈیریل میسر

یونیسکو کی 'ورلڈ سوشل سائنس رپورٹ ۲۰۱۰ء' (رپورٹ) عالمی فکرو دانش اور عمل کے لیے ایک آوازہ ہے۔ کیا یہ محض گھسی پٹی بات ہے یا یہ معاملہ اچھی نیت لیکن کمزور معلومات کا ہے؟

اگر چہ یونیسکو کے رکن ممالک کی تعداد ۱۹۲ ہے اور اس رپورٹ کا عنوان ''علم کا تفاوت'' (Knowledge Divide) ہے تاہم یہ رپورٹ عمرانی علوم کے اسی مفہوم کی مطابقت میں ہے جو اس سے مغرب میں سمجھا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر انٹرنیشنل سوشل سائنس کونسل (ISSC) کے صدر گڈمنڈ ہرنس (Gudmund Hernes) لکھتے ہیں:

''عمرانی علوم کا فروغ، بہت حد تک، سترہویں صدی کی یورپی روشن خیالی کے ساتھ ہوا۔ یہ وہ دور ہے جب مذہب، منطق، انسانیت اور سماج کے بارے میں نئے خیالات ایک ایسے مربوط عالمی تصورِ دنیا (World View) میں ڈھل گئے جو انسانی حقوق، انفرادیت اور دستوریت پر زور دیتا ہے'' (صفحہ vii)۔ اسی سلسلہ میں وہ مزید لکھتے ہیں کہ ''کسی ملک کے اداروں اور روایات کا تجزیہ کرنے کے لیے، تقابل کی خاطر، اس ملک کے بالکل متضاد اجنبی معاشروں کو بھی سامنے رکھا گیا۔''

یہ دلچسپ بات ہے کہ اکیسویں صدی میں بھی ہم اپنے ہم مرتبہ انسانوں کو 'اجنبی'' ہی گردانتے ہیں جیسا کہ ۱۹۹۰ء تک جاپان کا رہائشی باشندہ جاپان ہی میں ''اجنبی رجسٹریشن کارڈ'' کا حامل ہوا کرتا

تھا۔ ہرنس مزید لکھتے ہیں، ''جدیدیت ہی کے برابر بنیادی اہمیت رکھنے والا معاملہ آراء کی تکثیریت اور ان کے تنوع کو تسلیم کرنا ہے اور ایک کھلی تنقیدی بحث ضروری ہے تا کہ شہری خود اپنی تاریخ کے اندر جھانک سکیں اور بصیرت آموز پہلوؤں سے روشناس ہو سکیں۔'' ان کلمات کو سیاق وسباق سے ہٹ کر دیکھنا غلط ہوگا اور بہت سے نیک نیت محققین کی نیت پر شبہ کرنا بھی درست نہ ہوگا۔ تاہم حکمت ودانش کی تلاش کے لیے بہتر معلومات اور زیادہ کھلا ذہن مفید ہوں گے۔ کچھ لوگوں نے ورلڈ سوشل سائنس رپورٹ میں بیان کردہ علم کی اقسام کی کمزوریوں پر بات کی ہے۔ (سنگھ، ۲۰۱۱ء)

نیا عالمگیر ایجنڈا

ورلڈ سوشل سائنس رپورٹ ۸۰ مضامین پر مشتمل ہے۔ ان مضامین کے ۱۴ مصنفین کا تعلق ایشیا پیسیفک سے ہے۔ ہر محقق کی ذاتی رائے کو مقدم جان کر مضمون شائع کیا جاتا ہے اس لیے اس مشہور و معروف جملے کا اطلاق اس رپورٹ پر بھی ہوتا ہے کہ ''مضمون میں بیان کردہ رائے مصنف کی ذاتی رائے ہے۔ یونیسکو یا ISSC کا اس سے متفق ہونا ضروری نہیں۔''

دیباچے میں یونیسکو کی ڈائریکٹر جنرل ارینا بوکووا (Irina Bokova) لکھتی ہیں ''یہ رپورٹ یونیسکو کے عزم کا اعادہ اور نئے عالمگیر ایجنڈے کے لیے ہماری خواہشات کا اظہار ہے۔ اسے بین الاقوامی سطح پر ترقی کے اہداف پر اتفاق رائے قائم کرنے کے لیے ایک قیمتی اثاثہ تصور کیا جائے۔'' یہاں اس نئے عالمگیر ایجنڈے پر بھی سوال اٹھتا ہے۔

ارینا مزید لکھتی ہیں ''دنیا بھر میں علم وتحقیق میں تفاوت اور بکھرے ہوئے شعبہ ہائے علوم، نصابی سرگرمیوں میں ایک ایسی رکاوٹ کا سبب بھی ہیں جس سے نہ صرف جدید دور کے چیلنجوں کا سامنا کرنا دشوار ہو رہا ہے بلکہ عمرانی علوم میں استعداد بھی قدغن کا شکار ہے۔ جب ہم ایک علمی معاشرہ تخلیق کرنے کے خواہشمند ہیں تو کچھ عناصر اپنے علاقائی پس منظر ہی کو اہم گردانتے ہوئے اس سے بالکل مختلف سوچ کے حامل دکھائی دیتے ہیں۔ عمرانی سائنسدان انتہائی بلند معیار اور شاندار علمی نوعیت کا کام تخلیق کرتے ہیں لیکن جیسا کہ اس رپورٹ سے وضاحت ہوتی ہے عمرانی علوم دنیا کے انہی حصوں میں سب

سے کم ترقی پا سکے ہیں جہاں اس کی ضرورت سب سے زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس رپورٹ کا عنوان 'علم کا تفاوت' رکھا گیا ہے۔''

چنانچہ یونیسکو کو یہ چیلنج درپیش ہے کہ وہ عمرانی علوم کی ترقی کے لیے اپنے کام کو جاری رکھے۔ یہ بات محل نظر ہے کہ یہ عمرانی علوم کس نوعیت کے ہوں گے؟ اس کی مزید وضاحت یونیسکو کے سابق اسسٹنٹ ڈائریکٹر جنرل پروفیسر پیرے سین (Pierre Sane) بیان کرتے ہیں۔ وہ ورلڈ سوشل سائنس رپورٹ کے دیباچے میں لکھتے ہیں ''اس کے نتائج گھمبیر چیلنجوں سے عبارت ہیں۔ دنیا بھر کے معاشروں میں علم کے تفاوت کا بڑا سبب دولت اور غربت میں اضافہ بھی ہے۔''

دراصل علم کی تعریف ہی دانش وحکمت کی بات میں مضمر ہے۔ ورلڈ سوشل سائنس رپورٹ میں علم کی تعبیر پر مغربی سوچ حاوی ہے جب کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا بھر کے نظریات کو بھرپور اہمیت دی جائے تاکہ ہر معاشرہ اسے اپنے تقاضوں کے مطابق سمجھ سکے۔

یونیسکو شعبہ ہائے علوم کے پھیلاؤ اور خیالات کے تنوع پر فکرمند ہے۔ مجھے ایک تجربہ اُس وقت ہوا جب میں پچھلے سال یونیسکو کی ایک ورکشاپ کے انتظامی امور میں شریک کار تھا۔ ورکشاپ کا مقصد یہ تھا کہ جاپان اور نیوزی لینڈ میں کھانے کی اشیاء میں نینوٹیکنالوجی کے استعمال پر مقامی نقطۂ نظر کو سمجھا جائے۔ عمرانی سائنسدان نئے طریقے اختیار کرنے اور انہیں مختلف انداز میں قابلِ قبول بنانے کے بجائے مغرب کی روایتی سماجی سائنس کی تحقیق سے حاصل شدہ آراء کو تسلیم کروانے کی کوشش کر رہے تھے۔ تاہم ان لوگوں نے مقامی علوم پر تحقیق میں شہرت رکھنے والے چند عمرانی سائنسدانوں کو اپنے ساتھ شامل کیا ہوا تھا۔ اس تناظر میں ہمارے سامنے ایک اہم کام یہ ہے کہ ہم علوم کے اشتراک اور ان کی اقسام کو فروغ دینے پر توجہ دیں۔

یونیسکو کی طرف سے فلسفہ کے لیے وضع کیے گئے پروگرام میں بین العلاقائی مکالموں پر خاصا کام کیا گیا ہے۔ مکالمہ کی یہ اہمیت مسلمہ ہے کہ اس کی مدد سے غیروں کے ساتھ مفاہمت کی فضا قائم ہوتی ہے اور اپنے لوگوں کے ساتھ روابط کو جلا ملتی ہے۔ مکالمہ مختلف افراد، معاشروں اور اداروں کے

ساتھ باہم تبادلۂ خیال کا نام ہے۔ مکالموں کا یہ سلسلہ پچھلے چھ سال میں سیول، رباط، ہیروشیما، پیرس، بنکاک اور ملاکہ میں جاری رکھا گیا۔ انہیں یونیسکو کے بنکاک، رباط اور پیرس کے دفاتر میں ایشیا اور پیسیفک کے ریجنل یونٹ برائے سوشل اینڈ ہیومن سائنسز کے تعاون اور دنیا بھر کے اہلِ علم حضرات کے ساتھ مل کر منعقد کیا گیا۔

فلسفہ کے موضوع پر بین العلاقائی مذاکرات کی ابتدا یونیسکو کے ممبر ممالک کے تعاون سے ہوئی۔ ایک طرف دنیا کے بہت سے ممالک میں لوگ جہاں اپنے معاشرے کی سمت پر مایوسی کا اظہار کر رہے ہیں تو کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو معاشروں کی سمت متعین کرنے میں فلسفیوں کے کردار کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ مذاکرات اور مکالموں کے نتیجے میں ترتیب پانے والی مطبوعات (Macer and Saad-zoy, 2010 a and b Macer 2011) کا اہم مقصد یہ بھی ہے کہ بین الثقافتی رابطوں کو وسیع کیا جائے تاکہ پبلک پالیسی میں فلسفے کے کردار کو مستحکم کیا جائے اور دنیا بھر میں غیر مغربی فلسفوں کو فروغ دیا جائے۔ ہمیں امید ہے کہ مختلف نظریات پر ہونے والی گفتگو سے سامنے آنے والے بہت ہی اہم اور بنیادی قسم کے نکات یونیسکو کے زیرِ عمل منصوبوں میں کارگر ثابت ہو سکتے ہیں۔

یونیسکو بنکاک نے RUSHSAP کی طرف سے ایشیا پیسیفک علاقائی پروگرام ۲۰۱۰ء کے تحت ایک کتاب شائع کی ہے جو عمرانی اور انسانی علوم پر فنِ تنقید کے اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے۔ اس کتاب کا عنوان ہے Universalism and Ethical Values for the Environment ’آفاقیت اور ماحولیات کی اخلاقی اقدار‘ (مرتب کردہ رائے ۲۰۱۰ء)۔ اس تصنیف میں دنیا بھر سے مختلف آراء کو اکٹھا کیا گیا ہے اور فطرت کے اخلاقی اصولوں پر مبنی آراء کو تعمیر نو کے رہنما اصول گردانا گیا ہے۔ اس میں بیان کردہ تمام اصول ان لوگوں کے لیے رہنمائی کا کام دیں گے جو فطرت کی تلاش میں رہتے ہوئے ایسی دنیا کے خواہش مند ہوتے ہیں جو پہلے سے قائم طور طریقوں سے مختلف نظر آئے۔ا

ورلڈ سوشل سائنس رپورٹ میں عمرانی علوم کی تعلیم اور نصاب کی تشکیل کے لیے شائد براہِ راست تو بہت کچھ نہیں ہے تاہم، ہم بہت سے نتائج کا تجزیہ ضرور کر سکتے ہیں۔ اس میں

عمرانی علوم کی تعلیم کو استحکام دینے کے لیے ایک بلاوا موجود ہے۔سیکشن ۸.۱ میں عمرانی علوم، تعلیم اور معاشرہ کے موضوع پر صفحہ نمبر ۴۲۱ سے آگے ثانوی اور اعلیٰ تعلیم میں عمرانی علوم کی تعلیم اور عمرانی علوم کی نصابی کتب پر تحریر شدہ تین صفحات موجود ہیں۔ یہ بالکل واضح بات ہے کہ یہ عمرانی علوم کی تعلیم کا جائزہ نہیں ہے اس کے لیے تو الگ سے پوری جلد درکار ہوگی۔

ورلڈ سوشل سائنس رپورٹ میں سے چند اقتباسات اور تبصرے:

''عوامی زندگی میں عمرانی علوم کو عام کرنے کے لیے پہلا بھرپور کردار یہ ادا کرنا ہے کہ طلبہ کو ایسے زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا جائے جس سے وہ مطلوبہ صلاحیت اور علم اس طرح حاصل کرسکیں کہ عوامی محققین، ماہرین، افسران، منتظمین، پیشہ ور افراد اور سب سے بڑھ کر جمہوری معاشروں کے ذمہ دار شہری بن جائیں اور یوں اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے میں مکمل طور پر آگاہ ہوں۔''

یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کس قسم کے علم کو پڑھایا جائے اور اسے فروغ دیا جائے۔اس کا جواب بہت سادہ ہے کہ ہمیں علم کی تمام اقسام اور اس میں موجود تنوع کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔

''اعلیٰ تعلیم کی سطح پر عمرانی علوم کو الگ الگ شعبہ ہائے علم (Disciplines) کے طور پر پڑھایا جاتا ہے۔شعبہ ہائے علم کی تعریف اور عمرانی علوم کی حدود کے لحاظ سے یہ مختلف ممالک میں الگ الگ حیثیت سے دیکھے جاتے ہیں۔''

اگرچہ اعلیٰ تعلیم میں کچھ رجحانات نئے بین الکلیاتی (Interdisciplinary) مضامین بنانے کے لیے موجود ہیں تاہم بعض ممالک میں تعلیم مضامین کی روایتی تقسیم کی بنیاد پر ہی دی جاتی ہے۔ اگرچہ بعض ممالک میں یونیورسٹیاں اصلاحات کو پسند کرتی ہیں تاہم ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہر چند سال بعد انہی اصلاحات کو دہراتی رہتی ہیں۔

''درسی کتب میں موجود سائنسی ادب کا زیادہ تر حصہ ان کے ضمنی یا پوشیدہ نظریات پر تنقید سے تعلق رکھتا ہے۔کچھ دانشوروں نے اس بات کا جائزہ لیا ہے کہ کس طرح تاریخ کی کتابوں میں

قومی تاریخوں کا تصور اجاگر کیا گیا ہے۔ کچھ نے یہ تجزیہ کیا ہے کہ نفسیات اور عمرانیات میں جنسی رویوں اور خاندانی روابط کو کس طرح بیان کیا گیا ہے۔ کچھ دیگر افراد نے تاریخ، عمرانیات اور نفسیات کی مختصر کتابوں میں غربت اور اقلیتوں پر لکھے گئے مواد کی تعداد کو پرکھا ہے۔''

انٹرنیٹ متبادل خیالات پیش کرنے اور ان میں تنوع لانے کے لیے ایک انتہائی ارزاں ذریعہ فراہم کرتا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان متنوع خیالات کے فروغ کے لیے اسے یونیورسٹی کی ایک فیکلٹی کی طرح فروغ دیں تاکہ طلبہ اس بات کا تعارف حاصل کرسکیں کہ متبادل ذرائع کو کس طرح تلاش کیا جاسکتا ہے اور پھر جو طلبہ مواد کے مختلف ذرائع تلاش کریں انہیں انعامات سے نوازا جائے۔

ہم اپنے نصاب، یونیورسٹیوں اور ممالک میں ان مشاہدات کی ایک جھلک دیکھ سکتے ہیں۔کیا کہیں پر مختلف نصابوں کی صحیح تالیف موجود ہے جس کا حقیقی معنوں میں حوالہ دیا جاسکے؟ ہماری سعی و جدوجہد میں ایک اہم کام یہ بھی ہونا چاہیے۔اس کے بعد ہی ہم ہر ملک میں پڑھائے جانے والے مواد کے متنوع پہلوؤں کا جائزہ لینے کی پوزیشن میں ہوں گے۔یہ ایک ہی طرح کے حالات و واقعات کو مختلف پہلوؤں میں بیان کرنے کے نقطۂ نظر سے ایک بہت ہی مفید تقابلی کورس ثابت ہوسکے گا۔ہم ان ذرائع کو مختلف زبانوں میں بھی پیش کرسکتے ہیں۔

یہ سب کچھ کہنے کے باوجود، بہت سے ملکوں میں ابھی بھی عمرانی علوم کے شعبے قائم کرنے کی ضروت ہے۔۲۰۰۶ء میں لاؤس (پیپلز ڈیموکریٹک ری پبلک) میں عمرانیات کا پہلا انڈرگریجویٹ پروگرام شروع ہوا جب کہ اس سلسلے میں تھائی لینڈ کی یونیورسٹیوں اور یونیسکو سمیت بہت سے دیگر ذرائع کی مدد بھی حاصل تھی (لسانی اور جغرافیائی وجوہات کی بنا پر)۔یہ علم کا وہ تفاوت ہے جو قوموں کی سرحدوں سے ماورا بھی موجود ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ باہمی تعاون کو فروغ دیا جائے۔

دنیا بھر کے ممالک میں جغرافیے اور سیاسی معیشت کے موضوع پر موجود مختصر کتب، نصابی کتب اور دیگر مطبوعات کا بھی محتاط جائزہ لیا جانا چاہیے کہ سابق نوآبادیاتی علاقوں یا یکساں لسانی خطوں میں

موجود یہ کتابیں کس طرز کی تعلیم کو تقویت دے رہی ہیں۔

ورلڈ سوشل سائنس رپورٹ کے اختتامیہ میں ان آٹھ اقسام کے تفاوت کی نشاندہی کی گئی ہے جو عمرانی علوم کے موضوع پر دنیا بھر میں موجود ہیں:

- جغرافیائی تفاوت
- استعداد کا تفاوت
- علم کی بین الاقوامیت میں غیر مساوی درجہ بندی
- مضامین یا شعبہ جات کا تفاوت
- مرکزی دھارے کی تحقیق اور متبادل طریقوں کا تفاوت
- نئے انتظامی طریقوں کے نتیجے میں مقابلے کی فضا
- بعض اوقات علمی حلقوں اور معاشرے کے درمیان اور علمی حلقوں اور پالیسی سازوں کے درمیان کشیدہ تعلقات
- بہت سی دیگر ممکنہ تقسیموں کو شامل کیا جائے تو وہ یہ ہوں گی:
  - وہ علمی تحقیق جو یورپی زبانوں میں نہیں کی گئی اسے تسلیم کرنے میں کشادہ دلی کی کمی
  - غیر یورپی مصنفین اور اداروں کی حیثیت کو تسلیم کرنے میں کمی
  - سماجی علوم کی مروجہ نوعیت اور سوچ کے بنیادی تصورات میں اختلافات
  - جنوبی ممالک میں باہمی تعاون اور تبادلہ پروگراموں کی ضرورت

عمرانی علوم کی ترقی

ورلڈ سوشل سائنس رپورٹ میں عالمی سطح پر موجود علمی تفاوت کی خلیج کو پاٹنے کے لیے بین الاقوامی اداروں (جیسے انٹرنیشنل سوشل سائنس کونسل اور یونیسکو)، قومی اور بین الاقوامی مالیاتی اداروں، حکومتوں

اور متعلقہ بڑے علمی اداروں کو تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ یونیسکو کو آنے والے سالوں میں مختلف ممالک میں سماجی علوم کی مزید ترقی کے لیے زیادہ وقت صرف کرنا ہوگا۔ تاہم ان پروگراموں کو از سرِ نو ترتیب دینے سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ آیا اس سے واقعی علم کے نئے نئے پہلو آشکارا ہوں گے اور مواد کے نئے ذرائع کی ترقی جاری رہے گی۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے یونیسکو، مختلف خطوں کے مابین فلسفیانہ تبادلۂ خیالات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ تاہم اس بات کا خدشہ ہے کہ یہ پروگرام بند ہو جائے گا اور اس مقصد کے لیے مختص رقوم کو ایک دفعہ پھر جمہوریت کے فروغ کے لیے مختص کر دیا جائے گا۔ فلسفے کی تعلیم کے لیے منصوبہ بندی پر مبنی عملی منصوبوں کو عملاً نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ RUSHSAP نے ایشیا اور پیسیفک میں اپنے ۴۷ ممبر ممالک کے لیے فلسفے سے متعلق نصاب کے لیے مختصر مسودے اور تصوراتی خاکے کو مرتب کر لیا ہے۔[۲] یونیسکو فنڈز فراہم کرنے والی ایجنسی نہیں ہے بلکہ نیٹ ورکنگ اور سہولت فراہم کرنے والی ایجنسی ہے پھر بھی یہ ان اداروں کے ساتھ مل کر کام کرنے کے لیے اپنا دامن کھلا رکھتی ہے جو مقامی روایات کو نئے سرے سے دریافت کر کے انہیں نہ صرف عالمی سطح پر بلکہ ہر معاشرے کو درپیش ہم عصر چیلنجوں پر منطبق کرنے کے خواہش مند ہیں۔

ورلڈ سوشل سائنس رپورٹ میں یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ ''تحقیق کی صلاحیت میں ترقی اس بات کی متقاضی ہے کہ حکومتیں، بین الاقوامی ادارے اور امداد فراہم کرنے والی ایجنسیاں، تحقیقی اداروں کے ساتھ ساتھ افراد کی تربیت کے لیے بھی مالی امداد فراہم کریں۔ قابلیت وصلاحیت حاصل کرنے کے تینوں مدارج یعنی انفرادی، ادارہ جاتی اور فنی امور کی ضرورت یہ ہے کہ انہیں بھرپور اور پائیدار توجہ حاصل ہو۔ منزلِ مقصود فوری کے بجائے طویل المدتی اثرات مرتب کرنا ہونی چاہیے۔ باصلاحیت لوگوں کی بیرونِ ملک منتقلی کے منفی اثرات سے نبرد آزما ہونے کے لیے ایسے پروگراموں کو فروغ دیا جانا چاہیے جن سے نئے نئے خیالات اور سماجی سائنسدانوں کا باہم رابطہ ممکن ہو سکے اور انہیں تارکینِ وطن کے نیٹ ورک کے طور پر مددگار بنایا جانا چاہیے۔''

ایشیا پیسیفک کے خطے میں ہمارے پاس The UNESCO Asia-Pacific School of Ethics[3] اور Women's/Gender Studies Network in Asia and Pacific[4] کی صورت میں دو بہت بڑے نیٹ ورک موجود ہیں جن کی مدد سے پالیسی سے متعلق حقیقی تحقیق کو باہم جوڑنے کے عمل کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ کئی دہائیاں پہلے RUSHSAP نے ایشین ایسوسی ایشن آف سوشل سائنس ریسرچ کونسل (AASSREC)[5] کی بنیاد رکھی تھی جو کہ سوشل سائنس ریسرچ کونسلوں میں ایک آزاد اور خود مختار نیٹ ورک کے طور پر یہ اپنا کام جاری رکھے ہوئے ہے۔

اہم چیلنج

ہمیں ابھی بھی علمی کاموں اور تخلیقی صلاحیتوں کو فروغ دینے کے لیے بڑے بڑے چیلنج درپیش ہیں۔ ابھی بھی کئی ممالک میں بہت سے عمرانی سائنسدان علمی کام اور مضامین لکھنے کے بجائے اپنا وقت یورپی زبانوں میں لکھے گئے کاموں کو مقامی زبانوں میں ترجمہ کرنے پر صَرف کر رہے ہیں۔ حیاتیاتی اخلاقیات کے میرے اپنے پیشہ ورانہ میدان میں ہم نے ۱۹۹۵ء میں ایشین بائیو اتھکس ایسوسی ایشن[6] قائم کی تھی تاکہ مغربی خیالات و افکار کو درآمد کرنے کے بجائے حقیقی تحقیق کو فروغ دیا جا سکے۔

ہم جاپانی طرزِ سیاست کو ایشیا میں جمہوریت کی ایک مثال کے طور پر دیکھیں تو نظر یہ آتا ہے کہ پبلک پالیسی کو متعین کرنے پر رائے عامہ شاذ و نادر ہی اثر انداز ہوتی ہے۔ چند ایک ہی ایسے مؤثر ذرائع ہیں جنہیں عوام پالیسی کو تبدیل کرنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ جاپان میں حیاتیاتی تحقیق میں اخلاقیات کے حوالہ سے تحفظات پائے جاتے ہیں مثلاً ۱۹۶۰ء کی دہائی سے ماحولیاتی آلودگی کے حوالہ سے، ۱۹۷۰ء کی دہائی سے طبی پیشے سے متعلق مختلف پہلوؤں پر اور ۱۹۷۰ء کی دہائی سے ہی دماغی موت واقع ہو جانے کے سوال پر شد و مد سے بحث ہوتی رہی ہے۔ حیاتیاتی تحقیق کی اخلاقیات پر عوامی بحث کا آغاز ۱۹۹۰ء کی دہائی میں ہوا (Macer, 1992; Suda et al., 2009) پالیسی وضع کرنے

اور حکومت کو آغاز کار کی رہنمائی فراہم کرنے کے لیے قومی فورموں پر جن کامیاب کوششوں کا آغاز ہوا وہ حیاتیاتی تحقیق کی اخلاقیات سے متعلق تھیں مثلاً دماغی موت، جینیاتی ترمیم شدہ کھانوں کی حیثیت اور انسان پر جینیاتی تحقیق۔

بحث کے لیے اس طرح کے فورموں کے قیام میں تاخیر کا بڑا سبب جاپانی معاشرے کی ساخت سے متعلق تھا۔ جاپان اور مغربی ممالک میں انفرادی سطح پر موجود رویوں کے اختلاف کو اس کا سبب نہیں گردانا جا سکتا۔ اگر انسانوں اور جانوروں میں اعضاء کی تبدیلیوں پر حیاتیاتی اخلاقیات کے پہلوؤں سے بحث کروائی جاتی تو جاپان میں بھی آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی طرح مختلف آراء سننے کو ملتیں (Macer, 1994a)، بہت سے لوگ سائنس اور ٹیکنالوجی سے متعلق بیک وقت فوائد اور خطرات پر مبنی نتائج اخذ کرتے۔ سروے جیسے استدلال میں تنوع گردانا گیا، تعلیم اور عمر کا اظہار کیے بغیر ہوا تھا۔ یہی فرق عام افراد، ہائی اسکول کے بیالوجی کے اساتذہ اور سائنسدانوں میں نظر آیا۔ جاپان میں ۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۴ء میں ہونے والے سروے میں بہت سے سوالات کے شماریاتی نتائج بحیثیت مجموعی ان سروے نتائج کے قریب قریب ہیں جو آسٹریلیا، یورپ، بھارت، روس، تھائی لینڈ اور امریکہ میں ہوئے (Macer, 1994a)۔ بعد میں ہونے والی تحقیق میں بھی استدلال میں اس تنوع کا سلسلہ جاری رہا چنانچہ یہ تحقیق بھی انتہائی اہمیت کی حامل قرار دی جاتی ہے۔ تاہم بہت سے تعلیمی نظاموں اور اداروں میں امتحانات وسیع سوچ کے بجائے تنگ نظر سوچ کو پروان چڑھاتے ہیں۔

چنانچہ یہ پہلو واضح ہو جاتا ہے کہ سماجی تعلقات کے مختلف ماڈلوں اور عوام کی شرکت کے مختلف مدارج کے باعث لوگوں کے فیصلہ کرنے کا انداز بھی تقسیم ہوتا نظر آتا ہے۔ بہت سے ایشیائی اور عرب معاشروں کا ڈھانچہ جدی پشتی ایسے تصور پر قائم ہے کہ صرف ماہرانہ رائے رکھنے والے کی بات کو اہمیت دینے پر زور دیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ان کی آراء پر جدی پشتی روایات اور نئے ادوار کی اقدار کے ساتھ جڑے ہونے کے باعث سوالات نہ اٹھائے جائیں۔ ہمیں یہ بات سمجھنی چاہیے کہ عمرانی علوم کے اس بین الاقوامی نصاب میں کیا کچھ مختلف ہونا چاہیے جو اس نصاب میں کہیں نظر نہیں

آرہا کیونکہ یہ یورپ کی رائے کو دنیا بھر کی رائے ثابت کرنے پر مصر ہے۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ عمرانی علوم میں یورپ یا مغربی نظریات کی روشن خیالی کو اپنی ثقافت میں پروان چڑھانے کا سوچ ہی نہیں سکتے۔

مغربی دنیا میں انسانی حقوق کی تشریح، بیرونی مداخلت سے تحفظ اور اپنی ذاتی زندگی، ممنوعہ مضامین، انفرادی آزادی، جمہوریت کی تعریف اور اس کی سیاسی وضاحتیں، مذہب اور فلسفے کی آزادی، ریاست اور قوانین، وراثت میں حاصل مراعات اور سماجی طبقاتی تقسیم، معاشی تجارت کا نظام، دنیا کو دیکھنے کا انداز، اخلاقیات میں تعمیر کردہ اصولوں کا استعمال اور تعلقات کی تعریف و توضیح وہ ہمہ پہلو عوامل ہیں جنھیں ہر ایک نے اپنی اپنی ثقافتوں کی بنیادوں پر وضع کر رکھا ہے۔ہم جس طرح چاہیں ان کی تعریف و تشریح کا بیڑا اٹھالیں یہ تمام عوامل کسی بھی کمیونٹی کے اندر انفرادی سطح پر بھی ایک دوسرے سے مختلف نظر آئیں گے۔

اس کے باوجود ایسے بہت سے موضوعات ہیں جنھیں یونیورسٹیوں میں عمرانی علوم کے نصاب میں پڑھایا جانا چاہیے مثلاً درج بالا کئی ایک عوامل پر بنیادی نوعیت کی سوچ پیدا کرنے کی اہمیت اور سیکھنے والوں کو بااختیار بنانے کے لیے درکار تعلیم۔دوسری طرف عمرانی علوم کی تعلیم میں سوچ کی آزادی اور اہم نوعیت کے تجزیے جیسے عوامل وہ مشترکہ قابلِ قبول مقاصد ہیں جو کسی نہ کسی شکل میں ہر ثقافت میں اپنا وجود رکھتے ہیں۔دراصل اس کانفرنس میں ان امور پر بحث ان بنیادی سوالات کے باعث کی گئی ہے جو تعلیم میں نوآبادیاتی اثرات رکھتے ہیں۔

عالمی رجحانات

ہم استعماریت کی تعریف کس طرح کرتے ہیں؟ کیا استعماریت صرف یورپی ہی ہے؟ چینی اور جاپانی اقدار کے اثرات بھی ایسے ہی رجحانات کے حامل ہیں جن سے نہ صرف دیگر معاشروں کو چیلنج درپیش رہے ہیں بلکہ اب تو ان کے عالمی اثرات مرتب ہو چکے ہیں۔اس ضمن میں مخصوص نوعیت کے ''مفکرین'' پیدا کرنے اور نئے تعلیمی پروگراموں کو وضع کرنے کے لیے مواد اور جدید طریقوں ۷ کی

کوئی کمی نہیں ہے۔ یونیسکو نے ہر اس ملک کے ساتھ مل کر کام کیا ہے جو وسیع مقاصد سامنے رکھ کر فلسفے کے تعلیمی منصوبے کے لیے نصاب وضع کرنا چاہتا ہے۔ ایشیا پیسیفک میں ہم نے ابتدائی اور ثانوی سطح کے نصابوں کو مرتب کیا ہے لیکن ابھی تک یونیورسٹی کی سطح پر یہ کام نہیں ہو پایا کیونکہ یہاں ابتدائی تعلیمی معیاروں کی نسبت دانش وروں کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔

باہمی رابطے کے اس عمل میں ہمیں یہ کام کرنا ہے کہ ہر ثقافت کے کچھ عناصر کو دوسری ثقافتوں کے لیے قابلِ قبول بنایا جائے۔ کچھ تو عالمگیر رجحانات ہیں۔ حیاتیاتی تحقیق کی اخلاقیات اور اس کے استدلال کو اپنانے میں بعض معاشرے جدید جمہوری معاشروں کی طرح تبدیل ہو چکے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ شمالی امریکہ یا یورپ کی نسبت کئی ایشیائی اور عرب ملکوں میں دیکھنے کو ملا ہے۔ جینیاتی ترمیم شدہ کھانوں، جانداروں کی پیدائش میں معاون طریقوں اور زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے اختیار کیے گئے طریقۂ علاج میں استعمال ہونے والی ٹیکنالوجی پر ہونے والی بحث سے لوگوں کو جو تحریک ملی ہے اس نے زیادہ وسیع کمیونٹی کے لیے حکومتی فیصلہ سازی کے دروازے کھول دیے ہیں۔ حیاتیاتی اخلاقیات میں بین الثقافتی مطالعہ کے نتائج (Macer, 1994b) نے عملی تحقیق کے وہ مواقع فراہم کیے ہیں کہ انتہائی متنوع اور متضاد ثقافتی حالات کے باوجود جمہوریت کی بعض شکلیں قابلِ قبول بن گئی ہیں (UNESCO, 2003) ہم عالمی سطح پر عمرانی علوم کی روشنی میں دانشوروں کی کمیونٹی پر مبنی ایسی حقیقی جمہوریت کو دیکھ رہے ہیں جو ہم سب کی خواہشات پر پورا اترے گی۔

[ڈیریل آر جے میسر یونیسکو بنکاک میں سوشل سائنس اینڈ ہیومن سائنسز ان ایشیا اینڈ پیسیفک کے شعبہ میں ریجنل ایڈوائزر رہیں۔]

(ترجمہ: سلمان طاہر)

Source: Third World Resurgence No. 266/267, October/November 2012, pp 16-19

......حواشی......

1. http://www.unescobkk.org/rushsap/ethics-and-climate-change/energyethics/
2. http://www.unescobkk.org/rushsap/philosophical-reflection-and-the/philosophyteaching/
3. http://www.unescobkk.org/rushsap/asia-pacific-region/networks/apsc/
4. http://www.unescobkk.org/rushsap/asia-pacific-region/networks/womensgender-studies-network-in-asia-and-the-pacific/
5. http://www.aassrec.org/
6. http://eubios.info/ABA.htm
7. http://www.unescobkk.org/rushsap/resources/shs-resources/ethics-resources/multilingual-material/

کتابیات/حوالہ جات

- Macer, D. 1992. The 'far east' of biological ethics. *Nature,* Vol. 359, p. 770.
- Macer, D. 1994a. *Bioethics for the People by the People.* Christchurch, Eubios Ethics Institute.
- Macer, D. 1994b. Bioethics may transform public policy in Japan. *Politics and Life Sciences,* Vol. 13, pp. 89-90.
- Macer, DRJ. and Saad-Zoy, S. (Editors). 2010a. *Asian-Arab Philosophical Dialogues on War and Peace.* Bangkok, UNESCO.
- Macer, DRJ. and Saad-Zoy, S. (Editors). 2010b. *Asian-Arab Philosophical Dialogues on Globalization, Democracy and Human Rights.* Bangkok, UNESCO.
- Macer, DRJ. (Editor). 2011. *Asian-Arab Philosophical Dialogues on Culture of Peace and Human Dignity.* Bangkok, UNESCO.
- Nudeshima, J. 1991. Obstacles to brain death and organ transplantation in Japan. *Lancet,* Vol. 338, pp. 1063-64.
- Rai, J.S. et al. 2010. *Universalism and Ethical Values for the Environment.* Bangkok, UNESCO.
- Singh, S. 2011. World Social Science Report: Whither India and South Asia? *Economic and Political Weekly* XLVI (1 January 2011), pp. 10-12.
- Suda, E., Macer, D. and Matsuda, I. 2009. Challenges to public engagement in science and technology in Japan: experiences in the HapMap Project. *Genomics, Society and Policy,* Vol. 5, pp. 40-59.
- UNESCO, 2003. Democracy: UNESCO and the promotion of democratic values and principles (SHS Strategy). Paris, UNESCO. http://unesdoc.unesco.org/images/0014/001401/140180e.pdf
- UNESCO, 2010. *World Social Science Report: Knowledge Divides.* Paris, UNESCO.